رجسٹرڈ انگلیشہ نمبر ۱

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... [illegible]
سہ ماہی .... [illegible]

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... [illegible]
سہ ماہی .... [illegible]

قیمت پرانا پرچہ (۴) ؍

قیمت فی پرچہ (۲) ؍

جلد (۳) | ۷ مہر ۱۳۵۲ ف | ۱۲ شعبان ۱۳۶۲ھ | ۱۴ اگست ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۱۸)

علاج سے پہلے تشخیص

مولانا عبدالقدیر صدیقی کی قابل توجہ اسکیم

مجلس اتحاد المسلمین کے لئے میدان عمل

مسلمانان حیدرآباد کی اصلاح و ترقی کے لئے کسی منظم کوشش سے آغاز کرنے سے قبل جو امر کی شدید ضرورت ہے کہ ان کی معاشی اور معاشرتی حالات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ کسی مریض کے لئے دوا تجویز کرنے سے قبل مریض کا تفصیلی معائنہ اور مرض کی تشخیص کی جائے۔ ہر ملک اور قوم کے معاشی اور سیاسی حالات جدا ہوتے ہیں۔ پس مسلمانان حیدرآباد کی اصلاح و ترقی کے لئے صحیح قسم کی کوشش وہی ادارہ کر سکتا ہے جس نے تحقیقات اور پیمائش کے ابتدائی مراحل طے کر لئے ہوں۔

مسلمانان دکن کی بیداری چند ہی سال کی بات ہے۔ اس سے قبل بحیثیت ایک قوم کے وہ خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ شہری مسلمانوں کو دیہاتی مسلمانوں سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ مسلمانوں کا اونچا طبقہ نہایت غلط طور پر اپنے آپ کو مالک اقتدار سمجھا ہوا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ یہ حالت اب دور ہو چکی ہے۔ دیہی مسلمان جن کی تعداد کسی طرح دس لاکھ سے کم نہیں اب بھی کس میرسی کے عالم میں پست ہو گئے ہیں۔ نہ تو ان کی معاشی حالت درست ہے اور نہ ان کی معاشرت مذہب اسلام سے کوئی تعلق رکھتی ہے۔ یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ ایک ایسی حکومت کے تحت جس کو کسی بھی درجے اسلامی کہا جا سکتا ہے مسلمانوں کی اکثریت زبوں حال ہو سکتی۔

بنی ہوئی ہے۔ ان کے ذرائع معیشت دن بدن گھٹتے جا رہے ہیں۔ سرکاری ملازمت میں ان کا تناسب دن بدن کم ہو رہا ہے۔ عمل و ضمانت کی وجہ سے ان کی منصبوں اور یومیوں کی مقدار گھٹ رہی ہے۔ اصول تجنیب کے عدم جواز کی وجہ سے ان کی جاگیرات اور معاشیں شریک خالصہ ہوتی جا رہی ہیں۔ قانون انتقال اراضی کی وجہ سے کاشتکاری میں ان کا ناقابل لحاظ تناسب بڑھ نہیں سکتا۔ افلاس کی وجہ سے کسی تجارت اور صنعت کا خیال تک دل میں نہیں لا سکتے اور اس گروہ کی متعصبانہ روش کی بدولت جو ملک کے معاشی وسائل پر قابض اور متصرف ہے ان کی معاشی دنیا تنگ ہو چکی ہے۔

اب ایک مصلح یا قائد کو اس سوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ مذکورہ بالا مجبوریوں کے باوجود اس پست قوم کو پیشہ پر اپنے آپ کھڑا رہنے اور باعزت زندگی بسر کرنے کے قابل بنانے کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے؟ شاید یہی احساس تھا جس نے مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ کو اس اسکیم کی ترتیب پر آمادہ کیا جو تنظیم مسلمانان کے عنوان سے شائع ہو کر اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ مولانا نے رجسٹر مردم شماری [illegible] کے نام سے ایک نقشہ تیار کیا ہے جس کی خانہ پری اگر

دیانت داری اور جانفشانی کے ساتھ ایک مرتبہ کر لی جائے تو مسلمانان حیدرآباد کی تعلیمی، معاشرتی اور معاشی زندگی کا ایک مرقع ارباب فکر و نظر نیز ارباب اقتدار کے سامنے آ جائے گا۔ اس نقشہ کے اہم اجزاء یہ ہیں۔ تعداد نفوس، تعلیم بلحاظ علم تعلیم یافتہ [illegible] تعداد بیروزگار [illegible] تعداد بیوگان و یتامیٰ، ناکتخدا لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد، کیفیت صحت جسمانی، تعداد اہل سیف وغیرہ۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ محکمہ اعداد و شمار نے اس کام کو انجام دیا ہے اس لئے پبلک کارکنوں کے وقت اور محنت کو کسی اور کام پر مرکوز کیوں نہ کیا جائے۔ راقم الحروف کو اس رائے سے اختلاف ہے۔ محکمہ اعداد و شمار نے [illegible] سرکاری کی تکمیل میں پٹیل اور پٹواریوں کے [illegible] اعداد پر اعتماد کر لیا۔ پٹیل و پٹواری وہ درد مند دل کہاں سے لائیں گے جو مولانا کی مجوزہ تحقیق کے لئے ضروری ہے۔ یہ کام تو درد مند اور دیانت دار مسلم رضاکاروں کے کرنے کا ہے۔ یہ کام محنت طلب اور صبر آزما ہے لیکن ایک بار یہ کام ہو گیا تو حاصل کردہ اعداد و شمار سے جو نتائج اصحاب فکر و نظر اخذ کریں گے وہ مسلمانوں کی آئندہ تعمیری سرگرمیوں کے لئے سنگ بنیاد کا کام دیں گے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ حکومت کے حاصل کردہ اعداد و شمار کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ اس محکمہ کی کوششوں کے نتائج سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن ان پر صبر کر لینا صحیح نہ ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام کون انجام دے۔ میری ناقص رائے میں مجلس اتحاد المسلمین کو چاہئے کہ اس اہم کام کو اپنے ذمے لے۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو مجلس مذکور نے اس ضمن میں کوئی قرارداد بھی منظور کی تھی۔ اس لئے یہ کام مجلس کے دائرہ عمل سے باہر نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہمیں مولوی بہادر خاں صاحب اور ان کے رفقائے کار کو میرا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی سے تبادلہ خیالات کر کے اس کام کا بیڑا اٹھائیں۔ یہ کام نہایت ٹھوس اور مفید ہے گو اس میں نہ [illegible] نعرے ہیں اور نہ سامعین کی تالیاں۔ کیا جناب نواب بہادر خاں صاحب اپنے مسائل کی جانب توجہ فرمائیں گے؟ (عاصی)

مملکت ہفتہ وار

نمبر ۱۸	۷ مہر ۱۳۵۲ف	جلد ۳

مجلس بلدیہ سے ہماری توقع

اخبار رعیت مورخہ ۲۰ شہریور ۱۳۵۲ف میں اسوسی ایٹیڈ پریس کے ذریعہ مجلس بلدیہ کے اُس اجلاس کی روئداد شائع ہوئی ہے جس میں بلدیہ کے مالیاتی اور انتظامی امور کی نسبت تحقیقات کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی اُس پر بحث و تمحیص ہوئی۔ اس روئداد کے حسب ذیل اقتباسات قابل غور ہیں:۔

"(۱) صدر ایوان کی اجازت سے مسٹر جی۔ ایم۔ خاں نے اپنی تقریر میں بتلایا کہ کمیشن کا قیام قواعد کی صریح خلاف ورزی اور حکومت کا تجاوز ہے اور کہا کہ یہ کمیشن فرمان کے ذریعہ ہوتا تو اور بات تھی۔ لیکن حکومت کی طرف سے قانون کی خلاف ورزی صحیح نہیں ہو سکتی۔"

"(۲) مولوی عبدالرحمن صاحب ایڈیٹر 'وقت' نے دریافت فرمایا کہ مسٹر جی۔ ایم۔ خاں کی تقریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کمیشن فرمان خسروی سے قائم ہوتا تو وہ کمیشن کی تحقیقات کو قبول کر لیتے۔

اس سلسلہ میں مسٹر جی۔ ایم۔ خاں نے یہ جواب دیا کہ ان کا مطلب یہ نہیں ہے۔"

اگر یہ روئداد اسوسی ایٹیڈ پریس کی بھیجی ہوئی نہ ہوتی تو ہمیں اس کو صحیح باور کرنے میں ضرور کچھ تذبذب ہوتا۔ لیکن اسوسی ایٹیڈ پریس ایک ذمہ دار خبر رساں ایجنسی ہے اس لئے ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ روئداد صحیح ہے۔

مولوی عبدالرحمن صاحب نے مسٹر جی۔ ایم۔ خاں سے جو استفسار کیا اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مولوی عبدالرحمن صاحب کی رائے میں اگر کمیشن کا تقرر فرمان خسروی سے بھی ہوتا تو تب بھی کمیشن ناقابل قبول ہوتا۔ اس استفسار کو سن کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر جی۔ ایم۔ خاں کچھ گھبرا سے گئے اور یہ کہہ دیا کہ "ان کا یہ مطلب نہیں ہے" یعنے فرمان خسروی کے باوجود مسٹر جی۔ ایم۔ خاں کمیشن کو قبول کرنے کے حامی نہیں۔

مولوی عبدالرحمن صاحب کا استفسار اور اس استفسار کا واضح مفہوم ہمارے لئے تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ مولوی عبدالرحمن صاحب اس قسم کی دریدہ دہنی کے عادی ہو گئے ہیں۔ ہمیں حیرت مسٹر جی۔ ایم۔ خاں کے جواب اور صدر ایوان کے سکوت پر ہے۔ ہمیں زیادہ حیرت اُن ارکان بلدیہ کے سکوت اور بے حسی پر ہے جو اس مکالمہ کو سن کر ٹس سے مس نہ ہوئے۔

حکومت کے عمل پر تنقید بشرطیکہ تنقید حق بجانب ہو اور طرز تنقید حدود اخلاق سے متجاوز نہ ہو ایک مفید اور ضروری چیز ہے۔ لیکن کسی حیدرآبادی کا یہ تصور کہ ——— خواہ وہ حیدرآبادی رکن بلدیہ ہو یا رکن باب حکومت ——— فرمان خسروی کے بعد بھی اُس کی تعمیل میں غور و تامل کیا جا سکتا ہے ایک ایسا نقطۂ نظر ہے جس کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمیں اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے جذبات اور قلم کو روکنا پڑ رہا ہے۔ چونکہ غلطی دانستہ یا نادانستہ طور پر ہو چکی ہے اُس کی تلافی کے چند طریقوں کو یہاں بیان کر کے ہم نتائج کا انتظار کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) اگر یہ مکالمہ مجلس بلدیہ کی سرکاری روئداد میں شامل ہو چکا ہو تو ایک قرارداد کے ذریعہ اس جزو کو روئداد سے حذف کر دیا جائے۔

(۲) صدر ایوان اور مجلس بلدیہ اس دریدہ دہنی سے اپنی بیزاری اور بے تعلقی کا اظہار کریں۔

یہ مسئلہ رائے عامہ کے قائدین کی توجہ کا مستحق ہے اور یہی وقت ان قائدین کی آزمائش کا وقت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ رعایائے آصفی بلا لحاظ فرقہ و جماعت بادشاہ کے اقتدار کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو اپنی بہترین سیاست سمجھتی ہے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب اور مسٹر جی۔ ایم۔ خاں کی باہمی گفتگو جو ملک میں بہ نظر نا پسندیدگی دیکھی گئی ہے اگر اس کو ملک کے اخبارات اور اداروں نے ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا تو آئندہ کے لئے یہ کوئی اچھی نظیر نہ ہوگی۔ ہمیں توقع ہے کہ رائے عامہ کے قائدین صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

پردہ سیمین کے پیچھے

ممالک محروسہ سرکار عالی میں سینما گھروں کی تعداد سال بہ سال بڑھتی جا رہی ہے۔ چنانچہ ۱۳۵۱ف کے آخر تک ان کی تعداد (۵۰) تک پہنچ چکی تھی۔ اسی طرح جو فلم درآمد کئے جا رہے ہیں ان کا طول بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ ۱۳۵۱ف میں جو فلم درآمد کئے گئے ان کا طول ایک کروڑ (۸۰) لاکھ فیٹ تھا اور ان کی مالیت (۳۵) لاکھ (۳۴) ہزار روپے تھی۔ ان اعداد سے ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ ہر سال کتنا روپیہ سینما کے نذر ہو رہا ہے۔ اس تجارتی اعتراض تجارت کو فروغ دینے میں مقامی صحافت کی ذمہ داری نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ ہم وعظ و نصیحت کا رنگ اختیار کرنا نہیں چاہتے اور نہ اس کی اہلیت ہم اپنے اندر پاتے ہیں لیکن یہ احساس ہمارے لئے تکلیف دہ ہے کہ ایک مفلس ملک اتنی بڑی رقم ہر سال شوق سینما بینی کے نذر کر رہا ہے۔ اگر یہ صورت حال برقرار رہی تو اس کا انجام آخر کیا ہوگا۔ جب سینما گھر کے مالک ہر سال (۳۵) لاکھ کے صرفہ سے فلم منگواتے ہیں تو ظاہر ہے کہ پبلک سے کم از کم ستر لاکھ روپیہ وصول کرتے ہوں گے تاکہ ان کے اخراجات نکلنے کے بعد انہیں کافی منافع ہو۔ اس ستر لاکھ سالانہ کی رقم پر غور کیجئے یہ کتنی بڑی رقم ہے۔ اس تجارت کے اخلاقی نتائج سے قطع نظر اس کے معاشی نتائج بھی قومی تمول پر مضر اثر ڈال رہے ہیں۔ دوسرے ممالک کا ذکر یہاں بے محل ہے کیونکہ وہاں کے لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں اور صنعت و حرفت کی ان ممالک میں خاصی چہل پہل ہے۔ اور ان کے ذرائع آمدنی ہمارے ملک کی طرح محدود نہیں ہیں۔ وہاں ایسی فضول خرچی قابل لحاظ سمجھی جائے گی لیکن حیدرآباد کا تقاضا ہے کہ یہاں ضرورت ہے کہ اس شوق کو گھٹایا جائے۔ اس کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ تفریحات پر محصول اندوختی اور کم سن بچوں کا سینما میں داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ مجلس بلدیہ نے اس مسئلہ کو اٹھایا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے مجلس کا ساتھ نہیں دیا۔ ہم نواب صدر اعظم بہادر سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ پر عاجلانہ توجہ مبذول فرمائیں۔

آتش سیال

ہمیں بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہر سال تقریباً (۵۰) ہزار گیالن ہسکی، گراب اور تقریباً (۴) لاکھ گیالن سیندھی (Beer) درآمد کی جاتی ہے یعنا کہ یہ سب کی سب سکندرآباد اور بلارم میں صرف ہوتی ہے صحیح نہیں ہے۔

ہم مجبور نہیں کہ سکات کو ان عورتوں تک اعداد کی

جاب ہم یہ پوچھنے کے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا انجمن زکوٰۃ کی مالی مشکلات یہی نتائج ہیں۔ حکومت سرکار عالی نے انجمن کو ایک گرانقدر عطیہ اسی لئے دیا تھا کہ صرف عینیہ ہی اور دینی شراب میں استعمال کئے جائیں۔ نواب حسین جنگ بہادر صدر انجمن اور ان کے رفقائے کار سے ہم توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مساعی کو وسعت دیں گے اور انجمن کی موجودہ بے عملی کو حرکت میں لائیں گے۔ اگر نواب حسین جنگ بہادر پبلک کو اپنے اعتماد میں لے کر یہ ظاہر فرمادیں کہ ان کی راہ میں کونسی مزاحمتیں ہیں تو ممکن ہے کہ رائے عامہ ان مزاحمتوں کے رفع کرنے میں انجمن زکوٰۃ کا ہاتھ بٹائے۔ لیکن اس کے لئے عمل اور پیہم عمل شرط مقدم ہے۔

زیادہ چاول اور بہتر صحت

گرنیوں میں چاول کو کم صاف کرنے کا حکم نہ صرف اس اعتبار سے خوش آئند ہے کہ اس سے چاول کی قابل استعمال مقدار میں اضافہ ہو جائے گا بلکہ اس لئے بھی کہ کم صاف کئے ہوئے چاول میں غذائیت مقابلتاً زیادہ ہوتی ہے۔ حکم مذکور میں اس کی صراحت کی گئی ہے کہ ممالک محروسہ میں چاول کی گرنیوں کے مالک یا منیجر چاول کو اس قدر صاف نہ کریں کہ (۲) فیصد سے زیادہ کونڈا چاول سے علحدہ ہو جائے۔

ممالک محروسہ میں غذائیت کے بارے میں جو حالیہ تحقیقات ہوئی تھی اس سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اگرچہ فی الحال چاول کی مجموعی مقدار استعمال کا ۱۰ فیصد حصہ گھروں میں کوٹا جاتا ہے لیکن گرنیوں میں چاول صاف کرنے کا طریقہ ان مواضعات میں خاص طور سے بہت بڑھ رہا ہے جو ایسے مقامات سے قریب واقع ہیں جہاں گرنیوں کے ذریعہ چاول صاف کرنے کی سہولتیں موجود ہیں۔ چنانچہ انجمن کے عہدہ داران صحت کی کانفرنس میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ گرنیوں میں کوٹے اور صاف کئے ہوئے چاول کے استعمال سے جن امراض کے پیدا ہونے کا امکان ہے ان کا انسداد کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس قسم کے چاول کا استعمال کم کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر پروپگنڈہ کیا جائے۔

اگر چاول کو کم صاف کرنے کا حکم پوری طرح سے عمل میں لایا گیا تو اندازہ ہے کہ ممالک محروسہ کے موجودہ ذخائر میں (۳) فیصد اضافہ ہو جائے گا اور اس طرح غلہ کی قلت کا مسئلہ حل کرنے میں ایک حد تک مدد ملے گی کیونکہ اس طرح جو اضافہ ہوگا اس کی مقدار تقریباً (۰۰۰...) ٹن ہوگی اور یہ اتنی زیادہ مقدار ہے جسے کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

(معلومات)

کیا آپ کو معلوم ہے

کہ — حکومت سرکار عالی کے اخراجات کی مجموعی مقدار واجبات کے دوچند سے بھی زیادہ ہے۔

کہ — گذشتہ (۳۰) سال کی مدت میں سالانہ آمدنی میں سے اخراجات منہا کرنے کے بعد جو بچتیں ہوئی ہیں ان کی مجموعی مقدار (۷۰) کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔

کہ — گذشتہ (۲۰) سال کی مدت میں اہم تعمیرات پر جو رقمیں صرف ہوئیں ان کی مجموعی مقدار بھی (۱۹) کروڑ روپئے ہے۔

کہ — ۱۳۵۱ف کے اختتام پر مختلف مدات محفوظ کی شکلوں میں جملہ ۱۳۲ کروڑ ۱۳۵ لاکھ روپے موجود تھے۔

کہ — ممالک محروسہ میں جس قدر زر نقد گشت ہے اس کی ضمانت نقرئی سکوں اور حکومت ہند کے تمسکات سے کی گئی ہے جن کی مجموعی مقدار (۴۰) کروڑ (۰۰...) لاکھ روپیے ہے۔

کہ — حکومت جاتراؤں اور میلوں سے فائدہ اٹھا کر دیہی باشندوں کو زراعت اور مویشیوں کی پرورش کے ترقی یافتہ طریقوں سے آگاہ کرتی اور گھریلو صنعتوں کی تجدید کے لئے تشہیری تدابیر اختیار کرتی ہے۔

کہ — ۱۳۵۱ف میں صرف سررشتہ زراعت نے جاتراؤں اور میلوں کے موقعوں پر (۲۰۰) نمائشیں منعقد کیں اور (۱۵۰۰) تقریروں کا انتظام کیا۔

کہ — سرکار عالی کے ملازمین بیمہ اور فیملی پنشن کی اسکیموں سے مستفید ہوتے ہیں جن کی شرح اقساط خانگی کمپنیوں سے کم ہے۔

کہ — ممالک محروسہ سرکار عالی میں (۱۰۰۰۰) ابتدائی مدارس ہیں۔ گذشتہ (۱۰) سال کے عرصے میں شرح خواندگی میں (۸۰) فیصد اضافہ ہوا اور تعلیم نسواں کی حد تک تو یہ اضافہ (۳۰۰) فیصد ہے۔

کہ — (۱۰۰) سے زیادہ تعلیم یافتہ بیروزگار علاقہ نظام ساگر میں آباد ہو گئے ہیں اور تقریباً (۱۰۰۰) ایکڑ اراضی پر کاشت کر رہے ہیں۔

کہ — محکمہ تنظیم دیہی ممالک محروسہ کے (۳۳) مواضعات میں رعایا کو بہتر کاروبار بہتر کاشت اور بہتر طرز رہائش کی عملی تربیت دے رہا ہے۔

کہ — کورٹ آف وارڈس کی سرگرمیوں کے باعث جاگیروں کے نظم ونسق میں تدریجی اصلاح ہو رہی ہے۔

کہ — محکمہ باغبانی کی کوششوں کے باعث ممالک محروسہ میں میووں اور ترکاریوں کے زیر کاشت رقبہ (۵) لاکھ ایکڑ سے اضافہ ہو کر (۱۰) لاکھ ایکڑ سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔

کہ — میووں اور ترکاریوں کی مقدار درآمد میں (۸۰) لاکھ روپے سالانہ کی کمی ہو گئی ہے اور برآمدات میں (۱۲) لاکھ روپئے سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔

چھٹی نمائش مملکت آصفیہ

حیدرآباد۔ یکم دسمبر۔ مسٹر شرف الدین احمد معزز معتمد و منیجر مجلس معاشی کمیٹی حیدرآباد اطلاع دیتے ہیں کہ ارشاد شاہانہ کی تعمیل میں چھٹی نمائش مصنوعات مملکت آصفیہ کا افتتاح یکم ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۵ اردی بہشت ۱۳۵۳ف کو بمقام باغ عامہ بلدہ حیدرآباد عمل میں آئے گا۔ اور یہ نمائش ایک ماہ تک جاری رہے گی۔ پیش نامہ نمائش زیر ترتیب ہے جو عنقریب شائع کیا جائے گا۔ سال حال نمائش میں مزید وسعت دی جارہی ہے۔ گھریلو صنعتوں کو زیادہ تعداد میں روشناس کیا جائے گا۔ جنگ کے اغراض کے لئے جو سامان تیار ہو رہا ہے اس کی بھی نمائش کی جائے گی۔

(اے۔ پ)

تصحیح

"حیدرآباد کوآپریٹیو انشورنس سوسائٹی محدود" کا اشتہار جو مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۴۳ء کے مملکت میں شائع ہوا تھا اس میں کاروبار تکمیل شدہ دوران سال بجائے ۷½ لاکھ کے ۲۲½ لاکھ پڑھا جائے۔

لارڈ لنلتھگو کی وداعی تقریر کے اقتباسات

معاشی مسائل کی اہمیت

ذیل میں لارڈ لنلتھگو کی وداعی تقریر کے اس حصہ کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے جس میں ہندوستان کے معاشی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔

مابعد جنگ تنظیم ایک ایسا فقرہ ہے جس سے آج ہر ملک آشنا ہے۔ مگر اس تنظیم کی نوعیت ہر ملک کے مقامی حالات پر منحصر ہوگی۔ بعض ممالک میں ان مکانات کی ازسرنو تعمیر کرنی ہوگی جو بمباری سے منہدم ہوگئے اور ان کارخانوں کی تعمیر مقدم ہوگی جن سے لوگ اپنی روزی کماتے ہیں۔ بعض قومیں ایسی ہیں جن کی ایک بڑی آبادی فوج میں بھرتی ہوئی یا جنگی صنعتوں میں مصروف ہے۔ ان قوموں کو ایسے مسائل سے سابقہ پڑے گا جن سے ہم دوچار نہیں ہیں۔ ہندوستان میں معاشی جنگ کی وسعت کے باوجود آبادی کے بڑے حصے حسب معمول اپنے پیشوں میں مصروف ہیں۔ ان کی روزمرہ زندگی پر اشیاء کی قیمتوں کے اضافہ کا اثر پڑا ہے۔ جنگ کی وجہ سے ہندوستان میں صنعتی جدوجہد میں نمایاں اور خاصا اضافہ ہوا اور ان اشخاص کی تعداد میں اہم اضافہ ہوا جنہوں نے میکانی اور صنعتی کاموں میں مہارت حاصل کی۔ اب ہمارے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ جنگ کے بعد جہاں تک ممکن ہو اس بڑھتی ہوئی صنعتی جدوجہد کو کس طرح آگے بڑھایا جائے جو زمانۂ امن کی دنیا کی ضروریات پوری کر سکے۔

زرعی اصلاح

صنعتی ترقی سے قریبی تعلق رکھنے والا مسئلہ زرعی اصلاح کا ہے۔ مستقل ترقی زراعت اور صنعت کے توازن پر منحصر ہے۔ کاشتکار کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیداوار کے لئے بہتر منڈیاں اور اس کی ضروریات کے لئے کارخانوں کی پیداوار اور مصنوعات معقول قیمتوں پر فراہم ہوں۔ کارخانہ کے لئے پیداوار خام کی فراہمی اور مصنوعات کے لئے بہتر بازار کی ضرورت ہے۔ ان دونوں کی ہم آہنگی ہماری معاشی قوت کی بنیاد ہوگی اور ہم خارجی تجارت کو ترقی دے سکیں گے۔ ان مسائل پر توجہ کرنا حکومت کا اور ان لوگوں کا فرض ہوگا جو صنعت اور زراعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے بہت سے سپاہی جنگ کے بعد صنعت اور زراعت کی طرف رجوع ہونا پسند کریں گے۔ ان مسائل کی اہمیت اور ضرورت سے حکومت پوری طرح باخبر ہے۔ کچھ عرصہ سے مابعد جنگ تنظیم حکومت کے گہرے مطالعہ کا موضوع بنی رہی ہے۔

پارچہ کی نگرانی

جنگ کی وجہ سے ہندوستان کی صنعتی اور تجارتی خوشحالی میں بہت اضافہ ہوا۔ مگر اس جنگ کے عام باشندوں کو روزمرہ ضروریات کی فراہمی میں بڑی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ کسی متحارب ملک کی سیول آبادی کو زمانۂ جنگ میں جن مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے ان میں ہندوستان کی حد تک ان افراد کی مخالفانہ سرگرمیوں سے اضافہ ہوگیا جنہوں نے اپنے فائدہ کے لئے بعض اشیاء میں مصنوعی قلت پیدا کردی۔ گزشتہ چند ماہ کے دوران میں غذا کی طرح کپڑے کا مسئلہ بھی اہم ہوگیا تھا۔ پس حکومت سیول سپلائی نے جو اپریل میں قائم ہوا تھا کپڑے کے مسئلہ پر پوری توجہ مبذول کی۔ پبلک کی تائید اور پارچہ بافی کے کارخانوں کے اشتراک عمل سے پارچہ کی نگرانی کی ایک اسکیم ماہ جون کو مرتب کی گئی جس کو روبعمل لایا جارہا ہے۔ ہندوستانی ریاستیں بھی اسی اصول پر کام کر رہی ہیں۔ کپڑے کی قیمتیں گھٹ رہی ہیں۔ بعض چلر فروشی کے بازاروں میں ۴۰ فیصد قیمتیں گھٹ گئی ہیں۔ جن کپڑے کی ذخیرہ اندوزی کی گئی تھی وہ بازار میں لایا جارہا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ پارچہ کے ذخیروں کو باہر لانے کے ساتھ ساتھ معیاری کپڑا اور نگرانی قیمتوں کی تخفیف کا باعث ہوگی۔ جب یہ نوبت پہنچ جائے گی معیاری کپڑے کی اسکیم ضروری نہ ہوگی۔ کپڑے کے علاوہ دوسری اشیاء کی قیمتیں بھی معاوضین سے بہت ... جارہی ہیں۔ جو تدابیر اس وقت زیر غور ہیں ان کے روبعمل آنے کے بعد چند ماہ کے اندر اس خصوص میں بھی بڑی اصلاح ہو جائے گی۔ ان تدابیر کا مقصد محض ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کو روکنا نہیں ہے بلکہ زیادہ مقدار میں اس ملک کے باشندوں کے لئے اشیاء کی فراہمی بھی ہے۔

مسئلہ اغذیہ

سب سے اہم اور سنگین مسئلہ جس سے حکومت دوچار ہے وہ ہندوستان میں اغذیہ کی مناسب تقسیم کا مسئلہ ہے۔ جولائی کے آغاز میں صوبہ جات اور ریاستوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں مستقبل کے لائحہ عمل پر غور کیا گیا۔ حکومت نے اس کانفرنس کی تجاویز کو قبول کرلیا اور اب ان کو روبعمل لایا جارہا ہے۔ اس وقت ماہرین کی ایک کمیٹی اغذیہ سے متعلق ایک طویل المیعاد پالیسی پر غور کر رہی ہے اور اس کی رپورٹ بہت جلد پیش ہو جائے گی۔ اس کی سفارشات کے متعلق پیش قیاسی نہیں کی جاسکتی۔ لیکن گزشتہ چار سال کے دوران میں جن دشواریوں سے سابقہ پڑا ہے ان کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔ ہندوستان میں اغذیہ کی پیداوار اور تقسیم کے مسئلہ پر غور کرتے وقت بعض موانعات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ملک کی وسعت اور ذرائع حمل و نقل کے مسئلہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ کے زمانہ میں معمولی تجارتی طریقے باقی نہیں رہتے۔ درآمد پر قیود عائد کی جاتی ہیں یا درآمد مسدود کردی جاتی ہے۔ حمل و نقل کے ذرائع محدود ہو جاتے ہیں۔ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ منافعوں کی شرح میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ کاشتکار یا تاجر ذخیرہ بندی شروع کردیتے ہیں اور صارفین خوف کی بناء پر اجناس جمع کرنے لگتے ہیں۔

تجارت پر نگرانی

ان حالات میں حکومت کا فرض ہوجاتا ہے کہ اجناس کی منصفانہ تقسیم کے لئے تجارت میں مداخلت کرے۔ برطانیہ عظمیٰ میں قانون کی مدد سے سخت تدابیر اختیار کی گئیں جس کی وجہ سے بڑی کامیابی ہوئی۔ اور وہاں عوام نے بھی اشتراک عمل کیا۔ ہندوستان میں چونکہ ہر علاقہ میں یکساں نہیں اس لئے نگرانی قائم رکھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ جنگ کے بعد سے نگرانی نرخ اشیاء کے لئے جو کانفرنسیں منعقد ہوتی رہیں ان سے تبادلۂ خیالات میں بڑی مدد ملی۔ ان کانفرنسوں کی سفارشات پر عمل کیا گیا۔ جنگ کے ابتدائی دو سال میں نگرانی کی چنداں ضرورت لاحق نہیں ہوئی۔ لیکن جاپان کی جنگ میں شرکت کے بعد سے اور برما اور ملایا کی درآمد بند ہونے کی وجہ سے فراہمی اجناس اور قیمتوں کا مسئلہ بہت اہم ہوگیا۔

"زیادہ غلہ اگاؤ" کی مہم کی وجہ سے ایک بڑا رقبہ زیر کاشت آگیا اور اجناس خوردنی کی مقدار میں بہت اضافہ ہوگیا۔ مرکزی حکومت نے ۱ کروڑ سے زیادہ رقم بطور امداد دی۔ اور فنی مشوروں کے ذریعہ صوبہ جات اور ریاستوں کو امداد دی گئی۔ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے انتہائی کوشش کی جائے گی۔

ہماری مشکلات کے بنیادی اسباب کو رفع کرنے کے لئے حکومت نے یہ طے کیا تھا کہ گیہوں پر سے نگرانی اٹھالی جائے اور آسٹریلیا سے گیہوں درآمد کیا جائے۔ حکومت نے ایک اسکیم یہ مرتب کی کہ مرکزی نگرانی کے تحت ان علاقوں کو اجناس خوردنی فراہم کئے جائیں جہاں ان کی قلت ہے۔ ابتداً میں یہ اسکیم ناکام ہوگئی۔ لیکن چند تبدیلیوں کے بعد اس کو روبعمل لایا جارہا ہے۔ صوبہ جات کا نظم و نسق اس قابل ہے کہ راشن بندی کے ذریعہ یا اور طریقہ سے اجناس کی تقسیم پر قابو رکھے۔ یہ کام سہل نہیں۔ لیکن یہ امر ضروری ہے کہ اس کام کو کامیابی کے ساتھ انجام دیا جائے۔

اس اسکیم کے منصب میں جو پالیسی کارفرما ہے وہ پالیسی ہندوستان کے مختلف حصوں کے نمائندوں کی آراء پر مبنی ہے۔ غرباء کی تکلیف کم کرنے اور ان علاقوں کے لئے اجناس فراہم کرنے کا ہم سب پر ذمہ داری ہے جہاں ان کی قلت ہے۔

افراط زر

کوئی ملک جو جنگ میں شریک ہوتا ہے اس کو سب سے زیادہ افراط زر کے مسئلہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ احساس اس سے جب احساس جنگ پر ملک کا نظم و نسق

بقیہ سلسلہ (۱)

حیدرآباد کا مالیاتی استحکام

واجبات کے دوچند سے بھی زیادہ اثاثہ جات

چاندی کے سکوں اور حکومت ہند کے تمسکات کے ذریعہ کاغذی کی پوری طرح ضمانت کی گئی ہے

حکومت سرکار عالی کے اثاثہ جات جملہ واجبات کے دوچند سے بھی زیادہ ہیں۔ گذشتہ بیس سال کی مدت میں سالانہ مصارف سے آمدنی زیادہ ہونے کے باعث جو بچتیں ہوئی ہیں ان کی مجموعی مقدار سولہ کروڑ سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ اس مدت میں اہم تعمیری امور پر جو مصارف عاید ہوئے ہیں ان کی مقدار بھی سولہ کروڑ ہے۔ فصلی [illegible] کے اختتام پر مختلف مدات محفوظ کی مجموعی بچت [illegible] کروڑ ([illegible]) لاکھ روپے تھی۔ جو زر کاغذی جاری کیا گیا ہے اس کی چاندی کے سکوں کے محفوظات اور حکومت ہند کے تمسکات کے ذریعہ پوری طرح ضمانت کی گئی ہے۔

گذشتہ بیس سال سے ممالک محروسہ کی مالیاتی حکمت عملی میں مندرجہ اصول کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے پیداآور مصارف کے علاوہ سال رواں کے مصارف کی تکمیل سال رواں کی آمدنی کی جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر سالانہ مصارف کی پابجائی کے بعد سالانہ آمدنی میں کچھ بچت ہو تو اس کو پیداآور کاموں میں لگایا جائے یا سرکاری محکموں کو ایسے امور کے لئے خصوصی عطیے دئے جائیں جو مقررہ رقم سے زیادہ بار عاید کریں۔ تیسرے یہ کہ جس قدر زیادہ ہو سکے قابل حصول نقد رقوم سے استفادہ کر کے پیداآور مصارف کے لئے سرمایہ فراہم کیا جائے اور سودی مقدار حتی المقدور کم کر دی جائے۔

بیس سال میں سولہ کروڑ کی بچت

۱۳۳۱ف سے ۱۳۵۰ف تک کی بیس سالہ مدت میں سالانہ آمدنی میں سے سالانہ مصارف منہا کرنے کے بعد جو بچتیں ہوئی ہیں ان کی مجموعی مقدار سولہ کروڑ روپے سے زیادہ ہے جس کا تقریباً نصف حصہ قومی تعمیری امور پر صرف کیا گیا ہے۔ ایک چوتھائی کے قریب حصہ انسداد قحط اور ادائی قرضہ کے مدات محفوظ کے لئے مختص کر دیا گیا ہے اور باقی ماندہ رقم میں سے ایک کروڑ روپے صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے لئے صنعتی سرمایہ محفوظہ قائم کرنے میں لگائے گئے اور تین کروڑ سے زیادہ رقم ریلوے کی خریداری پر صرف ہوئی جو درحقیقت قرض نہیں بلکہ اس رقم کا بیشتر حصہ پیداآور مصرف ہے۔

پیداآور مصارف کی مقدار ۱۴ کروڑ ہے۔

گذشتہ بیس سال کے دوران میں پیداوار مصارف کی مجموعی مقدار سولہ کروڑ کے قریب ہو گئی جس میں سے تقریباً آٹھ کروڑ تو نئی ریلوں کی تعمیر پر صرف ہوئے، ڈیڑھ کروڑ کے قریب سال آب پاشی پر صرف کئے گئے۔ اور باقی ماندہ رقم بلدہ حیدرآباد اور اضلاع میں برقی اور ٹیلیفون کی تنصیب اور طباعت اور کان کنی جیسے دیگر متفرق امور پر صرف ہوئی۔

مندرجہ بالا پیداآور مصارف کے مقابلہ میں جملہ سرکاری قرضوں کی مجموعی مقدار (۹½) کروڑ روپے سے کچھ زیادہ ہے اور اسی استحکامی حالت کی بدولت ریزرو بینک آف انڈیا ایکٹ میں حصہ اول کے ضمیمہ اول کے تحت ممالک محروسہ کے تمسکات کو مستند تمسکات قرار دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا اعداد سے یہ ظاہر ہوگا کہ ممالک محروسہ کے تقریباً تمام سرکاری قرضہ پیداآور کاموں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں اور صرف محکمہ جات ریلوے و برقی ہی اس مملکت کے ایسے اثاثے ہیں جن سے اوسطاً ([illegible]) کروڑ روپیہ سالانہ خالص آمدنی ہوتی ہے۔

واجبات و اثاثہ جات

واجبات کی مجموعی مقدار (۱۸۳۲،۰۳) لاکھ روپے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قرض ہائے عامہ جن میں ریلوے کے قدیم حصص بھی شامل ہیں۔	۱۰۰۰،۳۰
مدات محفوظہ	۴۰،۹۹
سودی امانتیں مثلاً کفایتی فنڈ اور فرسودگی فنڈ وغیرہ۔	۳۵۹،۷۹
بے سودی امانتیں	۳۰۷،۳۹
شعبہ داری سکیمیں	۹۹،۰۰
تحویلات زر	۵۲،۴۴
میزان	۱۸۳۲،۰۳

واجبات کے مقابلہ میں اثاثہ جات کی مجموعی مقدار (۳۹۲۳،۷۱) لاکھ ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پیداآور امور	۲۷۰۵،۰۲
مصروفہ سرمایہ	۵۲۷،۱۵
سودی پیشگیاں	۲۳۰،۱۷
بے سود پیشگیاں	۵۱،۳۹
غیر مدین	۹،۸۳
نقدی سلف	۴۰۰،۰۴
میزان	۳۹۲۳،۷۱

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اثاثہ جات کی مجموعی مقدار واجبات کے دوچند سے بھی زیادہ ہے۔

سرمایہ کاری اور محفوظات

حکومت سرکار عالی نے گذشتہ بچتوں یا سکۂ عثمانیہ اور کاغذی کے منافع تمسیک سے سرمایہ کاری کی ہے جس کی مدوار تفصیل یہ ہے

۱۔ مد محفوظ برائے قحط

یہ مصارف کی ایسی مد ہے جو چند سال کے بعد [illegible] ہوتی رہتی ہے چنانچہ اس کے لئے ہر سال مناسب رقم مختص بھی کی جاتی ہے۔ قحط کے واسطے محفوظ سرمایہ کے لئے ہر سال (۵) لاکھ روپیہ مختص کر دئے جاتے ہیں اس سرمایہ کی ابتدا ۱۳۳۱ف میں ہوئی تھی اور اب اس کی مقدار (۲۹۲،۳۱) لاکھ ہو گئی ہے۔

۲۔ مد محفوظ برائے ادائی قرضہ

سرکاری قرضوں کے اصل اور سود کی ادائی حکومت کی آمدنی اور اثاثہ جات سے کی جاتی ہے۔ ان قرضوں کی ادائی کے لئے اس مد محفوظ کے تحت ایک سنکنگ فنڈ محفوظ قائم ہے جس میں ہر سال اتنی رقم داخل کی جاتی ہے جو قرضوں کی بیجائی پر ان کی ادائی کے لئے کافی ہو سکے۔ حکومت سرکار عالی کے قرض ہائے عامہ کی مجموعی مقدار (۱۰۰۰،۳۰) لاکھ روپیہ سکۂ عثمانیہ ہے جس کے مقابلہ میں اختتام ۱۳۵۰ف پر اس مد محفوظ برائے ادائی قرض میں (۲۲۲،۰۷) لاکھ روپیہ سکۂ عثمانیہ کی شکل میں نقدی اور تمسکات موجود تھے۔

۳۔ مد محفوظ برائے استحکام سکۂ عثمانیہ

حکومت ممالک محروسہ نے دار الضرب بند ہونے کے بعد اور جنگ عظیم کے بعد جن تدابیر کے ذریعہ اپنے روپے اور برطانوی پونڈ اسٹرلنگ کے درمیان ایک مقررہ تناسب برقرار رکھنے میں کامیابی حاصل کی ہے اس کے علاوہ تدابیر حکومت سرکار عالی نے حالی اور کلدار روپے کی شرح تبادلہ کو قابو میں رکھنے کے لئے اختیار کی ہیں۔

کلدار روپے کی طرح حالی روپیہ کی قدر تمسیک بھی دھاتی سونے کی قدر سے بہت زیادہ ہے۔ اور مصارف تمسیک منہا کرنے کے بعد جو تفاوت باقی رہتا ہے وہ منافع تمسیک ہے۔ یہ منافع حکومت ہند کے تمسکات میں لگایا جاتا اور ایک علحدہ مد محفوظ کی شکل میں رکھا جاتا ہے۔ ۱۳۵۰ف کے اختتام پر اس کی مقدار (۲۰،۳۶۱) لاکھ تھی۔

۴۔ مد محفوظ برائے صنعت و حرفت

ممالک محروسہ کی صنعتی ترقی میں مالی امداد دینے کی غرض سے یہ سرمایہ ۱۳۳۸ف میں (۵۵،۱۳) لاکھ روپے سے قائم ہوا تھا۔ اس کے لئے رقم گذشتہ بچتوں سے دی گئی تھی۔ یہ سرمایہ بڑی صنعتوں کے لئے اصل فراہم کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس طرح جو سود حاصل ہوتا ہے اس سے چھوٹی صنعتوں کی امداد کی جاتی ہے۔ ۱۳۵۰ف کے اختتام پر اس سرمایہ کی مقدار (۱۳۲،۹۲) لاکھ تھی۔

۵۔ عمومی اور امانتی مد محفوظ

یہ مد محفوظ اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ کفایتی و دیگر فنڈ اور [illegible] جات کے ہنگامی بینک وغیرہ جیسے مدات سے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰) پر

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

حیدرآباد میں خواندہ مردوں کی تعداد ۱۹ لاکھ ۳۴ ہزار اور خواندہ عورتوں کی تعداد ایک لاکھ ۲۰ ہزار ہے۔
(ایک خبر)

اس کے باوجود اگر آپ توقع رکھیں کہ گھروں میں جھگڑے نہ ہوا کریں تو یہ آپ کی زیادتی ہے۔ شکر کیجئے کہ طلاق کے مقدمات کی تعداد غیر معمولی طور پر گھٹی ہوئی ہے۔

ایک محفل میں ایک صاحب نے کسی عہدہ دار کی شکایت کی۔ ان کے مخاطب نے کہا کہ اگر جنگ نہ ہوتی تو عہدہ دار مذکور کو ہٹا دیا جاتا لیکن صاحب موصوف خوش قسمت ہیں کہ جنگ جاری ہے۔ اس پر شاکی دوست نے کہا کہ:-

"میں تو ان کی خوش نصیبی کا اس درجہ قائل ہوں کہ میرا یہ پختہ عقیدہ ہو گیا ہے کہ یہ جنگ اس لئے جاری ہے کہ یہ صاحب اپنی خدمت سے نہ ہٹائے جائیں۔"

ممتاز مشیر تعلیم سیٹھ گوکل داس کی زیر صدارت کنیا پاٹھ شالہ کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ:-

"ایک خصوصیت اس مدرسہ کی یہ ہے کہ اس کے سرپرستوں میں اکثر و بیشتر ساہوکار اور تجار ہیں۔ اس لئے یقین ہے کہ مالی مشکلات پیش نہیں آئیں گے ...... مدرسہ میں واسطہ تعلیم تلگو ہے۔ علاوہ انگریزی کے ہندی کی تعلیم بطور زائد زبان دی جاتی ہے۔"

بیچاری اردو! اپنے وطن ہی میں بے وطن!!

نظم جمعیت کی تنظیم جدید۔ (ایک سرخی)

نظم اور تنظیم تو محض تکرار لفظی ہے۔ اور رہی جمعیت ہی کیا جس کے سپاہی

ع لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

سمت گوہ اشت کیمرا کی تعمیر آغاز ہو چکی ہے۔ (ایک خبر)

مولانا عبدالقدیر بدایونی کو چاہئے کہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل اصحاب کے لئے بھی سے کوئی قدر ترمیم کر کے محفوظ کرا لیں۔

پروفیسر الاعظمی نے جو مصر اور دیگر ممالک اسلامیہ کے حالات سے بخوبی واقف ہیں یہ کہا ہے کہ حالیہ جنگ نے ممالک اسلامیہ کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہو سکیں۔

قارئین اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ پروفیسر صاحب کی فہرست میں حیدرآباد بھی شامل ہے۔

مقامی گرلز کالج کا تعمیراتی امور اور سرمایہ جنگ کے لئے ایک مینا بازار لگا رہی ہے۔ اس موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے "ترجمان ملت" نے تحریر کیا ہے کہ:-

"دوسری بات توجہ طلب یہ ہے کہ یہاں کی دلچسپیوں میں بہت سی بے ضرر چیزوں کے ساتھ فنون لطیفہ "موسیقی" اور تمثیلی ڈرامے "کو بھی جگہ دی گئی ہے ...... اس کی وہ تفریحیں جو ہوائے نفس کو ہوا دینے والی ہیں ہمارے صحت مند معاشرہ کی تعمیر کے لئے سخت مضر معلوم ہوتی ہیں۔"

"ترجمان ملت" کی اس تلقین پر غور کرتے ہوئے ہم ورق گردانی کر رہے تھے کہ ہماری نظر اس اشتہار پر پڑی:-

"ملکہ سیمین تن ...... ایک پراسرار حسین ساحرہ کی سنسنی خیز کہانی جس کے ایک اشارے پر لوگ جان نچھاور کر دیتے ہیں اور قتل و خون پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔"

بس ہم نے تصفیہ کر لیا کہ مینا بازار سے سینما بینی ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں "ہوائے نفس کو ہوا دینے والی" تفریحیں موجود ہیں اور نہ "ہمارے صحت مند معاشرہ کی تعمیر کے لئے یہ مضر ہے۔"

گزشتہ ہفتہ ہم نے بعض خواتین کی ذہنیت سے متعلق ایک انگریزی اخبار سے چند اقتباسات پیش کئے تھے جن کو پڑھ کر ایک محترم خاتون نے فریق ثانی کی حمایت میں ہم سے متعلق ایک خط روانہ کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

"آپ نے "سیاسی نمک پاروں" میں خواتین کی ذہنیت کے جو نمونے پیش کئے ہیں وہ طبقہ اناث سے آپ کے تعصب کو ظاہر کرتے ہیں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ مردوں میں ایسی کمیاں نہیں ہیں جو گھریلو زندگی کے لئے وبال جان ہیں۔ چند مثالیں جو میری سہیلیوں نے مجھ سے بیان کی ہیں پیش کر رہی ہوں۔ اگر آپ اس کو شائع نہ کریں تو میں سمجھوں گی کہ آپ عورتوں کے خلاف ایک محاذ تیار کر رہے ہیں۔

(۱)۔ ایک صاحب دفتر کو کیا جاتے تھے گویا اپنی بیوی پر احسان کرتے تھے۔ کام کی یاد کا غصہ بیوی پر نکالا کرتے تھے۔ دوپہر کا کھانا اگر ٹھیک وقت پر یا دیر سے پہنچا گیا تو بیچارے کو ہی وہ بہت وہ اس دن ناظم صاحب کے عتاب کے مورد ہوئے۔ تنخواہ بہ دو مو گرشتہ ان کی بانچ سو والے سے زیادہ جو میری سہیلی کی بیوی تو وہیں شوہر کو کھلاتی ہے۔ خود نہیں پہنچتی شوہر کو پہنچاتی ہے کیونکہ اس کے دل میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ جس روز کبھی ٹھنڈا کھانا بھی پہنچا کھانا کچھ ٹھیک نہ رہا اس روز ناظم صاحب خفا ہو جاتے ہیں۔

(۲)۔ ایک سہیلی کے شوہر تاجر پیشہ ہیں اور تجارت کے سلسلے سے سیر و سیاحت بہت کیا کرتے ہیں اور مہینوں گھر سے غائب رہتے ہیں۔ بالآخر میری سہیلی کے بھائی نے ان کے سفر کی نوعیت معلوم کی اور پتہ چلا کہ صاحب بجائے کچھ کمانے کے گھوڑ دوڑ میں کچھ گنوا آتے ہیں اگر اتفاق سے کبھی کچھ جیت گئے تو رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں۔ میری سہیلی اس انکشاف تک یہ سمجھ کر کہ بیچارے کتنی محنت کرتے ہیں پھر بھی تجارت میں خسارہ آتا ہے اپنے باپ کے گھر سے لایا ہوا زیور اپنے شوہر کے حوالے کرتی رہی۔

(۳)۔ ایک صاحب پہلے پہل چند روز اپنی بیوی سے بے حد اظہار محبت کیا کرتے تھے اور باقی دنوں میں بے اعتنائی برتتے تھے۔ بیوی نہایت حسین اور بردبار تھی اس نے رشتہ داروں اور دوستوں کو ایک عرصہ تک پتہ نہ چلنے دیا کہ اس دو رخی کا راز کیا ہے۔ پھر اس وقت کا جواب لڑکی کے والدین تلاش اور داماد صاحب مسلسل بے اعتنائی برتنے لگے۔"

اس مکتوب کی اشاعت کے بعد خاتون محترم کو یقین کر لینا چاہئے کہ ہمیں صنف نازک سے کوئی تعصب نہیں۔ اور ان کی سہیلیوں سے پوری ہمدردی ہے۔

مسلم لیگ سے اتحاد عمل کے لئے ہندو مہاسبھا کی قرارداد

بمبئی ۶ اگست۔ ہندو مہاسبھا کی مجلس عاملہ نے کل ایک قرارداد منظور کی۔ جس میں مخلوط وزارتوں کے متعلق مہاسبھا کی پالیسی کا اظہار کیا گیا۔ اس قرارداد کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:-

(۱)۔ مجلس عاملہ مخلوط وزارتوں کی تشکیل کے خلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ اس قسم کے وزارتوں سے اس امر کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کامل ترین حد تک اسی طرح ہندو مہاسبھا کے تصورات اور پروگرام کو روبہ عمل نہیں لا سکتے جس طرح خود مہاسبھا کی وزارت اس کو روبہ عمل لا سکتی ہے۔

(۲)۔ اگر ہندو مہاسبھا کی طرف ایک مخلوط وزارت تشکیل دی جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مقننہ میں وزارت کی تائید کرنے کے لئے ہندو مہاسبھائی ارکان کا ہونا ضروری ہے جن کو چاہئے کہ مہاسبھا کی رکنیت قبول کریں۔ نیز مہاسبھا کے ضبط و نظم کے پابند ہونے کا اقرار بھی کرنا چاہئے۔

(۳)۔ ہندو مہاسبھا کی جانب سے جو بھی وزارت تشکیل عمل میں آئے وہاں کی مجلس مقننہ میں ارکان کی اکثریت ہونی چاہئے۔ جو اس کی تائید کر رہے۔

(۴)۔ اگر ہندو مہاسبھا ایک مخلوط وزارت کی تشکیل دے تو وہ اس جماعت یا ان جماعتوں سے مشورہ کرنے کے بعد جس کے ساتھ وہ کام کرے گی ایک پروگرام مرتب کرے گی لیکن اس قسم کا کوئی پروگرام ہندوؤں کے لئے مضرت رساں نہ ہوگا۔

(۵)۔ ہندو مہاسبھا اس وقت تک مسلم لیگ سے تعاون عمل کرنے اور مخلوط وزارت کی تشکیل دینے کے لئے تیار نہ ہوگی۔ جب تک مسلم لیگ اس پر آمادہ نہ ہو کہ بعد از جنگ اور جب تک مخلوط وزارت قائم ہو مسئلہ پاکستان ملتوی رکھا جائے۔ کسی صوبائی مجلس مقننہ میں اگر مسلم وزراء نے کسی ایسی قرارداد کی تائید کی جو پاکستان کے موافق ہو یا خود مسلم وزراء کوئی ایسی قرارداد پیش کریں تو ہندو مہاسبھا کے وزراء ایوان میں اس قرارداد کی مخالفت کریں گے۔ اور اس کی تمام سرکاری کارروائیوں میں وہ مصروف ہو جائیں گے۔ اگر ایسی کوئی قرارداد مسلمانوں کی تائید سے منظور ہو گئی اور اگر اس کے بعد متعلقہ صوبائی ہندو مہاسبھا نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندو مہاسبھا کے وزراء مستعفی ہو جائیں تو وہ بھی مستعفی ہو جائیں گے۔

ان اصولوں کے تحت ہر صوبائی ہندو مہاسبھا آزاد ہے کہ وہ صوبہ متعلقہ میں مخلوط وزارتوں کی تشکیل کے بعد عاید کرے اور اتحاد عمل کی تفصیلات مرتب کرے۔

صوبائی وزارتوں کی تشکیل کے سلسلہ میں جھگڑے ہوں تو ان تمام معاملات کا فیصلہ کل ہند ہندو مہاسبھا کی ورکنگ کمیٹی کرے گی۔

ورکنگ کمیٹی نے کل کے اجلاس میں ملک کی غذائی صورت حال پر ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں حکومت سے اصرار کیا گیا ہے کہ آسٹریلیا سے ہندوستان کو جنسوں کی درآمد کی خاطر جہازوں کا فوری انتظام کرے۔

ورکنگ کمیٹی نے ہندو والیان ریاست سے مطالبہ کیا کہ:-

"وہ مسلمانوں کی کسی ایسی تحریک کے روادار نہ ہوں جس میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے زیادہ ملازمتوں (نشستوں) کا تحفظ اور عوامی اداروں میں نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا ہو۔ اور اس طرح وفادار ہندو عوام کو نقصان نہ پہنچتا ہیں۔" (ا۔ پ)

مرکزی اسمبلی میں حکومت کی غذائی پالیسی پر بحث و مباحث

آج کے مباحث کے دوران میں ملک کی غذائی صورت حال پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر جوشی نے کہا کہ اگر مرکزی حکومت اس قدر لاچار ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی تو اس مسئلہ پر بحث کرنا فضول ہے۔ موصوف نے یاد دلایا کہ کوئی تدبیر اس وقت تک کارگر نہیں ہو سکتی جب تک کہ صوبائی حکومتوں پر کنٹرول نہ رکھا جائے اور محکمہ اغذیہ میں مرکزیت نہ پیدا کی جائے۔

راؤ بہادر شیوراج نے کہا کہ حکومت ہند صوبائی حکومتوں کو زور دار نگرانی کرے کہ وہ اپنی فاضل پیداوار سے علیحدہ ہوں۔ حکومت کو اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ اجناس خوراک کی حمل و نقل کے لئے ویگنوں کی فراہمی میں محکمہ ریلوے کی طرف سے کوتاہی نہیں کی جاتی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی روش

مسٹر کے سی نیوگی نے کہا کہ سر ایڈورڈ بنتھال نے فصاحت و بلاغت کا دریا بہا دیا کہ کلکتہ میں وہ امدادی مستحق رقبوں کو رسد کی فراہمی کے لئے کیا کیا جا رہا ہے۔ لیکن موصوف نے ایک لفظ بھی نہ کہا کہ صوبوں کے اندر رسد کی تقسیم غذا کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سر ایڈورڈ بنتھال یہ سمجھتے ہیں کہ غالباً [illegible] ہے اور کلکتہ بنگال۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی بعینہ یہی روش تھی۔

مسٹر نیوگی نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک ہنگامی تدبیر کے طور پر فوجی حکام کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے ذخیرہ کے ایک حصہ سے اس شرط پر دستبردار ہوں کہ ان کو وہ واپس کر دیا جائے۔

شکر وغیرہ کے اجارہ پر

سردار سنت سنگھ نے یہ الزام لگایا کہ جو [illegible] ہند کی بہبودی کر رہا ہے وہ مسئلہ اغذیہ کا حل نہیں بلکہ [illegible] ہیں۔ اسی سلسلہ میں موصوف نے ایک رپورٹ کا حوالہ دیا کہ وہ حضرات جنہوں نے جنگی فنڈ میں عطیے دئے ہیں شکر، نمک اور کپاس سے تیل کی فروخت کے اجارہ دار بنے ہیں۔

موصوف نے ایک دوسری رپورٹ کا حوالہ دیا کہ حکومت سندھ نے کاشتکاروں کے پاس سے ۵ روپے فی من کے حساب سے گیہوں خریدا اور ۱۰ روپیہ فی من کے حساب سے فروخت کیا۔ اور اس طرح اصل منافع حاصل کیا۔

وزیر اغذیہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ یہ اعداد غلط ہیں۔

سردار سنت سنگھ نے کہا کہ حکومت پنجاب نے دہلی میں جن اجناس خوراک کی خریداری کی وہ گذشتہ تین ماہ سے معرض انتظار میں رکھے گئے ہیں۔ کوئی دفتری دشواری راستہ میں حائل ہے۔ موصوف نے اس الزام کی تردید کی کہ صوبہ پنجاب کسی دوسرے صوبہ کو گیہوں فروخت نہیں کرتا ہے۔ گیہوں پنجاب میں رکھا ہوا اور فروخت کا منتظر ہے۔

صوبوں کی اطاعت گزاری۔ مسٹر حسین بھائی لالجی ۲۲

موصوف نے کہا کہ وہ یہ دلیل قبول نہیں کر سکتے کہ صوبوں کو مجبور کرنے میں وہ کوئی ہمہ گیر پالیسی اختیار کرنے اور مرکزی حکومت کے احکام کی تعمیل کرنے کی دستوری دشواریاں حائل ہیں۔ کیونکہ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ صوبے محکمہ جات داخلہ، مالیات اور حتی کہ محکمہ مواصلات عامہ کی ہدایات کی بےچون و چرا پابندی کرتے ہیں۔ وائسرائے ہند پارلیمنٹ کے تمام اختیارات کے مالک ہیں۔ اور اگر صوبہ جات رخنے پیدا کرتے ہیں تو وائسرائے ہند ان اختیارات کا استعمال کر سکتے ہیں کسی دوسرے رکن محکمہ اغذیہ کونسل کے تفویض کیا جائے کیونکہ موجودہ وزیر اغذیہ اس محکمہ میں دل و جان سے کام کر رہے ہیں۔

طویل المیعاد غذائی پالیسی کی ضرورت

مسٹر پی این بنرجی نے خیال کیا کہ کیساں بیوپاریوں اور حکومت کی بے ربط پالیسی اور حکام کی نا اہلی ان تینوں نے متفقہ طور پر ملک کو موجودہ آفت میں مبتلا کیا ہے۔

موصوف نے تجویز پیش کی کہ آسٹریلیا جیسے ممالک سے اجناس خوراک درآمد کی جائے مسٹر بنرجی نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ طویل المیعاد غذائی پالیسی اختیار کی جائے۔ نیز حکومت سے مطالبہ کیا کہ زیادہ غلہ اگاؤ کی مہم کے سلسلہ میں امدادی تدابیر اختیار کی جائیں۔ کاشتکاروں کو کافی تخم بہم پہنچائے جائیں۔ آبپاشی کے ضروری وسائل مہیا کئے جائیں۔ اور قابل کاشت افتادہ اراضیات کی کاشت کی ہمت افزائی کی جائے۔

حکومت کی مجرمانہ غفلت

نواب زادہ لیاقت علی خان نے کہا کہ اس پورے بحث و مباحث کا مقصد پوری طرح فوت ہو گیا کیونکہ حکومت نے یہ نہ بتلایا کہ موجودہ صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے وہ کون تدابیر اختیار کرنا چاہتی ہے اور نہ ان تدابیر پر ارکان ایوان کا مشورہ طلب کیا۔

موصوف نے حکومت پر مجرمانہ غفلت کا الزام لگایا کہ آغاز جنگ کی اتنی مدت میں اس نے محکمہ اغذیہ قائم نہ کیا۔ نواب زادہ لیاقت علی خان نے اس خیال کی پرزور تردید کی کہ صوبائی حکومتیں اور عوام حکومت ہند سے

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰ پر

سستے کپڑے کی پیداوار میں

مل کے مالکوں کی طرف سے رکاوٹ

([illegible])

حکومت کو کپڑے پر کنٹرول کا قانون منظور کیے ہوئے اب مہینے سے زیادہ ہو چکا ہے۔ لیکن مل کے مالکوں نے اس قانون کو منظور کر لیا۔ تاجروں نے بھی فوری اس کا خیر مقدم کیا۔

تھوک بازار میں قیمتیں تقریباً پچیس فیصدی گر گئیں۔ عوام نے اطمینان کا سانس لیا۔ انھوں نے خیال کیا کہ اب سستا کپڑا ملنے لگے گا۔ لیکن نہیں ایسی ہی ہوئی۔ کیونکہ تھوک قیمتوں کی کمی سے خردہ قیمتوں میں کمی نہیں ہوئی۔ کپڑے کا وہ کال بدستور قائم ہے۔ اب ذخیرہ داروں اور نفع خور تاجروں کی گھبراہٹ اور پریشانی کم ہو گئی ہے۔ وہ سمجھنے لگے ہیں کہ کنٹرول کی اسکیم کامیاب نہیں ہو گی۔ سستا کپڑا ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے اس لئے قیمتیں کم ہونے کا بھی امکان نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ تین مہینے کے اندر کپڑے کا موجودہ اسٹاک فروخت کرنے کا جو حکم جاری ہوا ہے اس پر عمل نہیں ہو گا۔

ممکن ہے کہ ان لوگوں کا خیال صحیح ثابت ہو کیونکہ مل کے مالکوں نے کنٹرول بورڈ کو اپنے قابو میں کر لیا ہے اور وہ کنٹرول کی ہر کوشش کی کھلم کھلا مخالفت کر رہے ہیں تاکہ نفع خوری سے عوام کا خون چوستے اور روپیہ بناتے رہیں۔

مل کے مالکوں کے ہتھکنڈے

شروع ہی سے مل کے مالکوں نے سستے کپڑے اور زیادہ پیداوار کی مخالفت کی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ان کے نفع میں کمی پڑتی ہے۔ انھوں نے پوری طاقت سے کپڑے کے کنٹرول کی مخالفت کی۔ وہ صرف اس وقت [illegible] جب حکومت نے ملوں پر قبضہ کر لینے کی دھمکی دی۔ لیکن اس رضامندی کا مطلب یہ تھا کہ کنٹرول کی پوری مشین پر قبضہ کر کے یہ اسکیم ناکام بنا دی جائے۔

انھوں نے سب سے پہلے کنٹرول بورڈ کی طرف توجہ کی اور اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ انھیں معلوم تھا کہ حکومت عوام سے ڈرتی ہے اس لئے کنٹرول کی اسکیم چلانے کے لئے مل کے مالکوں پر بھروسہ کرے گی۔ چنانچہ کنٹرول بورڈ کی پچیس نشستوں میں سے پندرہ نشستیں بمبئی، احمد آباد اور شمالی اور جنوبی ہندوستان کے مل مالکوں کو مل گئیں۔ وہ نشستیں جو سوتی کاروبار کے نمائندوں کے لئے مخصوص تھیں ان پر کپڑے اور تیل جیسی صنعت والے سرمایہ داروں اور لین دین کرنے والوں نے قبضہ کر لیا۔ پانچ سیٹیں تاجروں کو دی گئی ہیں جو کسی بھی حالت میں سستے کپڑے اور نفع کی کمی کے حامی نہیں ہو سکتے۔

مزدوروں اور عوام کی نمائندگی۔ مزدوروں کو صرف ایک نشست دی گئی ہے۔ ان کی نمائندگی آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کے جنرل سکریٹری کامریڈ این ایم جوشی کرتے ہیں۔ مل کے مالکوں نے اس کی بھی مخالفت کی کیونکہ وہ کنٹرول کی اسکیم کو ناکام بنانا چاہتے تھے۔ ہندوستان کے عام لوگوں کو جو کپڑا استعمال کرتے ہیں کنٹرول بورڈ میں نمائندگی کا حق نہیں دیا گیا۔

اس سے زیادہ بدنیتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ کنٹرول بورڈ پر صرف سرمایہ داروں کا قبضہ ہو اور اس کی پچیس نشستوں میں سے صرف ایک نشست ہندوستان کے پانچ لاکھ سے زیادہ سوتی کارخانوں کے مزدوروں کی نمائندگی کو دی جائے۔ حالانکہ ان مزدوروں کے تعاون کے بغیر سستے کپڑے کی پیداوار کی کوئی اسکیم نہیں چل سکتی۔ اس طرح مل کے مالکوں، سرمایہ داروں اور تاجروں کو ۹۰ فیصدی نمائندگی دی گئی ہے اور ہندوستان کے چالیس کروڑ عوام کو بالکل فراموش کر دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ کنٹرول کی ناکامی کی شکل میں ظاہر ہو گا۔

مل کے مالک بورڈ پر قبضہ کر کے ہی مطمئن نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے حکومت پر دباؤ ڈال کر سب سے اہم سب کمیٹی یعنی پیداوار اور قیمتیں مقرر کرنے والی سب کمیٹی پر بھی قبضہ کر لیا۔

پیداوار کے سلسلہ میں انھوں نے کہا کہ یہ ٹیکنیکل سوال ہے اور اسے صرف ماہرین ہی حل کر سکتے ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ قیمتوں کی تقرری کے سلسلہ میں انھوں نے کیا بہانہ کیا۔ حکومت مل کے مالکوں کے دباؤ میں آ گئی اور کنٹرول کے قانون کے مطابق بورڈ کے وہ ممبر جو مل کے مالک نہیں ہیں، قیمتوں اور پیداوار کی کمیٹیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھ سکتے۔ اس طرح کنٹرول بورڈ مل کے مالکوں کی ایسوسی ایشن کی ایک سب کمیٹی بن کر رہ گیا ہے اس کو قیمتوں اور پیداوار کے کنٹرول سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دونوں چیزیں مل کے مالکوں کے ہاتھ میں ہیں۔

اس طرح مل کے مالکوں نے این ایم جوشی کو جو مزدوروں کے نمائندے ہیں قیمتوں اور پیداوار کی سب کمیٹیوں میں نہیں گھسنے دیا۔ انھیں برآمد (ایکسپورٹ) کی کمیٹی میں جگہ دی گئی ہے۔ اس سے زیادہ بدنیتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ مزدوروں کے نمائندے کو قیمتوں اور پیداوار کے مسائل سے الگ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ مل کے مالکوں کے کرتوتوں اور چھپے ہوئے حربوں کو نہ دیکھ سکے۔ یہ سب کچھ اس نام پر ہوا ہے کہ پیداوار کا مسئلہ ماہرین کے لئے کیا گیا ہے۔

اس طرح کنٹرول کمیٹی پر پورا قابو حاصل کر کے مل کے مالکوں نے کنٹرول کی اسکیم کو ختم کرنے کی تدبیریں کیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے تھے کہ وہ اپنے تمام [illegible] اچھے [illegible] کے سپرد کر دیں گے جن میں سے پچاس فیصدی [illegible] سستے کپڑے کے لئے استعمال کئے جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ منافع کم ہو گا کیونکہ زیادہ لیکن کم قیمت کپڑا پیدا کیا جائے گا۔ اس لئے مل کے مالکوں نے اس انتظام کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

اسی طرح وہ قیمتوں کے کنٹرول کو بھی ختم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ کھلم کھلا سستے کپڑے اور قیمتوں کے کنٹرول کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں عوامی ردعمل کا ڈر تھا۔ اس لئے ظاہر میں انھوں نے اس کی موافقت کر کے جنگ کو حاصل کر دیا اور اندر ہی اندر جڑ کھودنے لگے۔ پہلے انھوں نے ان معاملات سے عدم تعاون کر کے حکومت پر دباؤ ڈالا جو کپڑے کی پیداوار پر اثرانداز ہوتے ہیں لیکن براہ راست اسکیم کے تحت نہیں آتے۔ بمبئی میں بجلی کی کمی ہے۔ اگر بجلی کی راشننگ نہ کی جائے تو بہت سی ملیں بند ہو جائیں گی۔ گورنمنٹ نے یہ تجویز پیش کی کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ملوں میں اتوار کے دن چھٹی دینے کے بجائے یہ کیا جائے کہ ہفتہ میں باری باری مختلف دنوں پر چھٹی دی جایا کرے۔ مل کے مالکوں نے جو سستا کپڑا پیدا کرنے کے دعویدار تھے اس اسکیم سے تعاون نہیں کیا اور کہا کہ اگر گورنمنٹ چاہے تو زبردستی قانون کے ذریعے اپنی تجویز پر عمل کر سکتی ہے۔

پہلے تو انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ مزدور اس پر تیار نہیں ہوں گے کہ انھیں باری باری سے چھٹی ملے اور وہ ہڑتال کر دیں گے لیکن جب گرنی کامگار یونین کے نمائندوں اور آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کے صدر نے اس جھوٹ کا پول کھول دیا تو مل کے مالکوں کے پاس کوئی بہانہ نہیں رہ گیا پھر بھی وہ راضی نہیں ہوئے۔ اور ۱۰ جولائی کو جب اسکیم عمل میں آئی تو انھوں نے مزدوروں کو ہڑتال پر اکسایا لیکن مزدور ان کے جال میں نہیں پھنسے۔

مل کے مالکوں نے قیمتوں کی کمیٹی کو اپنا جنگی محاذ بنا لیا۔ کپڑا چھپا کر رکھنے اور اسے غیر قانونی طریقے سے زیادہ قیمت پر بیچنے کے خلاف عمل کارروائی کے لئے یہ ضروری تھا کہ ہر تھان پر تاریخ اور قیمت چھپی ہو۔ مل کے مالکوں نے جو کھلم کھلا قیمتوں کے کنٹرول کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے کپڑے پر تاریخ اور قیمت چھاپنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کپڑے پر قیمت چھپی ہو تو پھر اسے زیادہ دام پر نہیں بیچا جا سکتا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر قیمتوں کا کمیٹی کے ساتھ کنٹرول دیا گیا تو ساری اسکیم خاک میں مل جائے گی۔ وہ یہ بھی کہ ساتھ کنٹرول کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کپڑے پر اس کی قیمت چھپی ہو۔ اس لئے انھوں نے اس کی مخالفت کی۔ اس طرح وہ قیمتوں کی کمیٹی پر اپنے اثر سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور عوام کے مفاد کے خلاف کنٹرول کی اسکیم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

کمیٹی اور بورڈ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد

ہو توت وہ اگر شاہی کو آگے بنا کر اب مل کے مالک مکمل کنٹرول اسکیم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسٹینڈرڈ کلاتھ یا سستے کپڑے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سلسلہ میں خود بمبئی کے چیئرمین نے جو مل کے مالک ہیں، کہا کہ گرتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر یہ ضروری نہیں کہ قیمتوں کو کنٹرول کیا جائے اور اگر اس طرح قیمتیں گرتی رہیں تو پھر اسٹینڈرڈ کلاتھ بنانے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ کہا جاتا ہے کہ بمبئی کے مل کے مالکوں نے اپنے حصہ کا اسٹینڈرڈ کلاتھ بنانے سے انکار کر دیا ہے۔ اس طرح کم قیمت کپڑے کی پیداوار پر حملہ ہو رہا ہے۔

ذخیرہ بازوں کی سازش

اس سازش میں مل کے مالکوں کے ساتھ ذخیرہ باز بھی شامل ہیں۔ وہ تاجر جنہوں نے پچھلے دو سال سے کپڑا جمع کر رکھا ہے اور اسے من مانی قیمتوں پر بیچ رہے ہیں اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں جس کے مطابق انہیں تین مہینے کے اندر اپنا اسٹاک ختم کر دینا چاہئے۔ وہ اپنے اسٹاک کو بیچنے کے لئے زیادہ وقت چاہتے ہیں۔ یہ ایسا مطالبہ ہے جو غلہ کے ذخیرہ بازوں نے بھی نہیں کیا تھا۔

اصل میں ہونا تو یہ چاہئے کہ ذخیرہ بازوں کے کپڑے کا تمام اسٹاک ضبط کر لیا جاتا اور کم قیمت پر عوام کے ہاتھ بیچ دیا جاتا۔ گرتی ہوئی قیمتوں کے خلاف ذخیرہ بازوں کی چیخ و پکار اور اسٹاک کو ختم کرنے کے لئے زیادہ وقت کا مطالبہ بالکل ویسا ہی ہے جیسی مل کے مالکوں کی اسکیم کو ختم کرنے کی کوششیں۔

اصل میں مل کے مالکوں اور ذخیرہ بازوں کو نوکرشاہی کی بے پروا پالیسی میں کنٹرول کی مخالفت کرنے کا پورا موقع مل جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گرتی ہوئی قیمتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے بہت سی فرمیں یونائیٹڈ کنگڈم کمرشل کارپوریشن کی طرف سے باہر بھیجنے کے لئے کپڑا خرید رہی ہیں۔ اس سے مل کے مالکوں کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے کہ سستے کپڑے کی اسکیم ہندوستان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے نہیں بلکہ کپڑا باہر بھیجنے کے لئے ہے۔

اس سے زیادہ بے پروا حرکت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یونائیٹڈ کنگڈم کارپوریشن یا دوسری کمپنیوں کو کپڑے کی گرتی ہوئی قیمتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے۔ حکومت کو اس کا فوراً سدباب کرنا چاہئے۔

ان تمام حرکتوں سے حکومت کا نہیں بلکہ عوام کا نقصان ہوتا ہے جو ننگے پھر رہے ہیں۔ مل کے مالک اور ذخیرہ باز اپنے نفع کی ہوس میں وہ وطن دشمن طریقے اختیار کرتے ہیں جس سے ان کے اپنے اہل وطن کی جیبیں خالی ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا لوگوں کو انہیں اتنی زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے کہ ان کی جیبیں خالی ہو جاتی ہیں کپڑے کے بھی اتنے ہی دام دینے پڑتے ہیں۔

یہ لوگ عوام کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حکومت کی اسکیموں کو بڑی آسانی سے ناکام بنایا جا سکتا ہے لیکن عوام سے وہ ڈرتے ہیں اس لئے وہ اس کے سامنے حب الوطنی کا جامہ پہن کر آتے ہیں۔ کپڑے کے مالک تو سستا کپڑا بنانا چاہتے ہیں وہ حکومت کی سستے کپڑے کی اسکیم کو اس نام پر نقصان پہنچاتے ہیں کہ یہ بیرونی حکومت ہے اور اس سے ہم لڑ رہے ہیں لیکن اصل میں وہ عوام کی جیب کاٹ کر اپنا نفع کماتے ہیں۔

ممکن ہے کہ حکومت کی بنائی ہوئی اسکیم میں خرابیاں ہوں۔ خرابیوں کو دور کیا جا سکتا ہے لیکن اس اسکیم کو نقصان پہنچانے کا کیا مطلب۔

بمبئی کے مزدوروں نے صحیح راہ دکھائی ہے۔

زیادہ کپڑا پیدا کرنے اور بجلی کم خرچ کرنے کے لئے وہ اس پر تیار ہو گئے ہیں کہ اتوار کے بجائے مختلف دنوں پر باری باری سے چھٹی لیں۔ وہ اس تکلیف کو حب الوطنی کے نام پر برداشت کر رہے ہیں۔ انہوں نے مل کے مالکوں کے کہنے پر ہڑتال کرنے سے انکار کر دیا۔ سارے ہندوستان کے سوتی کارخانوں کے مزدور سستا کپڑا پیدا کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ وہ مل کے مالکوں کی حرکتوں کو کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ عوام کو چاہئے کہ مزدوروں کی حمایت کریں۔ انہیں مزدوروں کے اس مطالبے کی طرفداری کرنی چاہئے کہ مزدوروں، مل کے مالکوں اور حکومت کے نمائندوں کی مشترکہ پیداواری کمیٹیاں بنائی جائیں جو سستے اور زیادہ کپڑے کی پیداوار کی نگرانی کریں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی مطالبہ کرنا چاہئے کہ

(۱) کنٹرول بورڈ کی از سر نو تشکیل کی جائے جس میں مزدوروں اور کپڑا استعمال کرنے والے عوام کی کافی نمائندگی ہو (۲) قانون کی وہ دفعات واپس لی جائیں جن کے مطابق غیر مل مالک قیمتوں اور پیداوار کی کمیٹیوں میں شریک نہیں ہو سکتے اور ان کمیٹیوں میں مزدوروں اور عوام کو نمائندگی کا حق دیا جائے (۳) کپڑے کی قیمت فوراً کم کی جائے اور سارے ہندوستان میں عوامی کمیٹیوں کی مدد سے کپڑے کی راشننگ کی جائے۔ (۴) تاجروں کو اپنا اسٹاک فروخت کرنے کے لئے زیادہ وقت نہ دیا جائے۔ تمام اسٹاک پر قبضہ کر کے اسے سستے داموں عوام کے ہاتھ بیچ دیا جائے۔

صرف اسی طریقے سے وہ وطن دشمن سٹے باز اور نفع خوار جو عوام کا خون چوستے ہیں، اپنی بیہودہ حرکتوں سے باز رکھے جا سکتے ہیں۔ سٹے باز اور نفع خور دراصل پانچویں دستے کا کام کرتے ہیں کیونکہ ان کی نفع خوری سے عوام کی اخلاقی ہمت کم ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگتے ہیں اس لئے نفع خوروں اور سٹے بازوں کو شکست دینا ہمارا بہت بڑا فریضہ ہے۔

(قومی جنگ)

۲۲۔ خبر ہے کہ خارکوف پر روسی توپیں گولہ باری کر رہی ہیں۔

(رائٹر)

خارکوف کے محاصرے کے امکانات

ماسکو، ۲۱ اگست۔ روسی فوجوں نے خارکوف سے مغرب میں ایک نئے قصبہ پر قبضہ کر کے اس علاقہ میں جرمنوں کے محاصرے کے لئے ایک سیڑھی اور تیار کر لی ہے۔ انہوں نے خارکوف سے پولٹاوا جانے والی ریلوے لائن کو تین مقامات پر جو خارکوف سے ۵۵ میل سے ۳۰ میل تک کے فاصلہ پر واقع ہیں کاٹ دیا ہے۔ یہ ریلوے لائن خارکوف سے مغرب کی طرف گئی ہے۔ چند میل تک یہ جنوب مغرب کی سمت گئی ہے اور پولٹاوا کے آگے شمال مغرب کو گھوم گئی ہے اور پھر دریائے نائپر کے کنارے کے شہر کیف تک چلی گئی ہے۔ یہ ریلوے روس میں جرمنوں کا ایک بہت ہی اہم مواصلاتی خط ہے اس لئے کہ اس کی مدد سے وہ وارسا اور کیف کو ملانے والی بڑی ریلوے لائن کے ذریعہ محاذ جنگ پر عقب سے راست امداد لا سکتے ہیں۔ اس کے کٹ جانے کے بعد اب جرمنوں کے لئے پیچھے ہٹنے کا صرف ایک راستہ رہ گیا ہے جو شہر کے جنوب میں کریمیا کو جانے والی لائن کے برابر چلا گیا ہے۔

خارکوف پولٹاوا ریلوے لائن کے کاٹ دیئے جانے کے علاوہ روس کے تازہ ترین اعلامیہ میں بتایا گیا ہے کہ کل روسی ساڑھے نو میل سے ساڑھے بارہ میل تک آگے بڑھ گئے اور انہوں نے جرمنوں سے پچاس سے زائد قصبے اور گاؤں لے لئے ہیں ان میں سے ایک قصبہ خارکوف سے ۷ میل شمال مغرب میں اور ایک خارکوف سے کچھ اوپر ۱۰ میل مغرب میں واقع ہے۔ ان دونوں قصبوں پر اس فوج نے قبضہ کیا ہے جو بیلگوروڈ سے مغرب کی طرف بڑھ رہی ہے۔ روسیوں نے خارکوف سے ۲۰ میل شمال مشرق میں بھی ایک قصبہ فتح کر لیا ہے۔

روس کی خشکی کی فوجوں کی امداد میں سرخ ہوائی بیڑہ بڑی طاقت کے ساتھ سرگرم کار رہا۔ منگل کی رات کو روسی بمباروں نے پولٹاوا اور خارکوف کے جنوب میں جرمنوں کے ایک اور زیر قبضہ ریلوے اسٹیشن پر حملہ کیا اور دشمن کی مال گاڑیوں اور رسد کے ذخیروں کو برباد کر دیا۔ اس سے پہلے روسی ہوائی جہازوں نے پولٹاوا سے وادی ڈونٹز کو جانے والی بڑی ریلوے لائن پر خارکوف کے جنوب میں جرمنوں کے زیر قبضہ ریلوے اڈوں پر تاخت کی۔

برائنسک کے محاذ پر کل سرخ فوج نے سخت مقابلہ اور جنگ کرتی ہوئی تین سے چھ میل تک آگے بڑھ گئی۔ روسی فوجیں اب کراچیف سے دس میل کے اندر پہنچ گئی ہیں اور اس شہر کو شمال مشرق اور جنوب مشرق سے خطرہ میں ڈالے ہوئے ہیں۔ برائنسک کی حفاظت کے لئے جرمنوں کے پاس یہ آخری مورچہ ہے برائنسک یہاں سے مغرب کی سمت ۲۰ میل پر واقع ہے۔ ۲۲.

حیدرآباد کا مالیاتی استحکام

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

حکومت جو آمدنی حاصل کرتی ہے اور جن پر اسے سود دینا ہوتا ہے وہ حکومت کے دوسرے احتیاجات سے علحدہ رہیں اور دوسری اغراض کے لئے استعمال نہ ہوں۔ ۱۳۵۲ف کے اختتام پر اس سرمایہ محفوظ کی مقدار (۱۰۰۰-۳۰) لاکھ تھی۔

۶۔ مد محفوظ برائے

زر کاغذی۔ ممالک محروسہ کے قانون زر کاغذی بابتہ ۱۳۳۵ف کی دفعہ (۹) میں یہ شرط رکھی گئی ہے کہ زیرگشت زر کاغذ کی جو مقدار ہے ایک تہائی سے زیادہ حصہ نقد کے بجائے حکومت ہند یا حکومت سرکار عالی یا ممالک محروسہ میں چلنے والی یا ان کی مالک کمپنیوں کے تمسکات کی شکل میں نہ رکھے ۱۳۵۲ف کے اختتام پر زیرگشت زر کاغذی کے محفوظ کی مجموعی مقدار (۱۹۹۳۲۳۹۲۰) روپیہ سکہ عثمانیہ تھی۔ اس کے مقابل میں زر کاغذی کے محفوظ میں (۵۹۲۵۱۱۹۹) روپے سکہ عثمانیہ مالیت کے حکومت ہند کے تمسکات ہیں اور باقی ماندہ حصہ حالی اور کلدار روپیوں کی شکل میں ہے۔

مالیاتی استحکام کا تحفظ

اختتام ۱۳۵۲ف پر مندرجہ بالا مدات محفوظ میں مجموعی ملک کی مقدار (۳۳۵۳) لاکھ روپے تھی جس میں سے (۱۴۲۳) لاکھ روپے کا تمسکات اور پورٹ ٹرسٹ کے ذخیرہ محفوظ کمپنیوں کے حصوں اور اسٹرلنگ تمسکات کی شکل میں اور (۲۰۲۰) لاکھ روپے نقدی کی صورت میں موجود تھا آج ان میں (۱۰۳۳) لاکھ روپے محفوظ بڑھنے کی ملک کے ہی شامل ہیں یہ مدات محفوظ جیسا کہ ان کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے صرف اسی لئے قائم کئے گئے ہیں کہ ممالک محروسہ کے مالیاتی استحکام پر اثر ڈال سکنے والے تمام اسباب کے خلاف موثر ضمانت ہیں۔

زر نقرئی

برطانوی روپیہ کا وزن (۱۸۰) گرین ہوتا ہے مدینہ آبادی روپیہ کا ۵۰۱۷۲ گرین حیدرآباد روپیہ کے وزن اور کھرے پن کا تعین حکومت ہند سے کسی معاہدہ یا سمجھوتہ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ سلاطین دہلی کے معیاری سکے کے مطابق تعین ہوا ہے۔

ذخیروں کا انسداد کرنے کے لئے حکومت ہند نے ۱۹۴۰ء میں کلدار روپے میں چاندی کی مقدار (۱۶۵) گرین کے بجائے (۹۰) گرین کر دی۔ اور اب نئے کلدار روپے میں کم چاندی ہوتی ہے اور آدھا نکل اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حالی روپیہ ذخیرہ کیا جانے لگا کیونکہ نئے کلدار روپے کے مقابلہ میں اس میں چاندی زیادہ تھی۔ آخر کار نئے کلدار روپے کا ہم تناسب نیا حالی روپیہ چلنے کے ۱۳۵۲ف میں سکہ سے متعلق سرکار عالی کے قانون میں ترمیم کر دی گئی۔ سرکار عالی کے قانون زر بابتہ ۱۳۲۳ف کی رو سے کلدار روپے سے حالی روپے کے مبادلہ کے لئے اقل ترین اور بیش ترین شرحیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ حسابی اغراض کے لئے (۱۰۰) روپے کلدار کو (۱۱۶) روپے ۱۰ آنے کے مساوی قرار دیا گیا ہے لیکن ممالک محروسہ کے قانون سکہ جات کے تحت جو تازہ ترین اعلان ہوا ہے اس کے مطابق اقل ترین شرح (۱۱۶) روپے اور بیش ترین شرح (۱۱۸) روپے مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ اب حکومت اسٹیٹ بینک کے ذریعہ شرح مبادلہ میں باقاعدگی برقرار رکھتی ہے کیونکہ یہ بینک حکومت کی معین کردہ شرحوں کے مطابق کلدار روپے کی خرید اور فروخت کرتا ہے۔ مبادلہ میں اتار چڑھاؤ کو باقاعدہ رکھنے کی غرض سے حکومت نے یہ بھی انتظام کیا ہے کہ سرکار عالی کی ریلوے داخلی لین دین میں حالی سکہ استعمال کرے اور حالی بجٹ کو بینکوں کے ذریعہ کلدار بنوانے کے بجائے یہ حالی رقم حکومت سرکار عالی کو ادائیوں کے لئے استعمال کرے قانون زرعی مارکٹ کے تحت یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ ممالک محروسہ کے سب مارکٹوں میں تمام لین دین سکہ عثمانیہ میں ہو۔ حکومت سرکار عالی کے جاری کردہ قرضے بھی سکہ عثمانیہ کے لئے ایک بہتر مصرف فراہم کر دیتے ہیں کیونکہ حکومت ان پر ہمیشہ منافع دیتی ہے۔

زر کاغذی

۱۹۱۸ء میں ایک نہایت اہم قدم اٹھایا گیا اور ممالک محروسہ کے قانون زر کاغذی بابتہ ۱۳۲۸ف کے مطابق محکمہ زر کاغذی قائم ہوا۔ اس قانون کے تحت ایک ہزار روپے سو روپے دس روپے اور پانچ روپیہ کے نوٹوں کی اجرائی اور نگرانی کے انتظامات کا تعین کیا گیا۔ یہ نوٹ پہلے تو لندن میں مسرس واٹرلو اینڈ سنس طبع کرتے تھے لیکن ۱۹۳۹ء سے ناسک کے سکیورٹی پرنٹنگ پریس میں چھاپے جاتے ہیں۔ چاندی کی قیمت میں اضافہ اور کم عیار روپیہ کے رواج کی وجہ سے حیدرآباد میں ایک روپیہ والے نوٹ چھاپنے کا انتظام کیا گیا۔

حکومت ہند کے تمسکات نقرئی سکہ جات کے ذریعہ زیرگشت زر کاغذی کی پوری طرح ضمانت کی گئی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

محفوظ

شعبہ مبادلہ و زر اور مقامی بینکوں میں نقرئی سکے۔	۲۲۰۲۲۱۹۹
حکومت ہند کے تمسکات	
(۵۵۰۰۰۰۰۰) کلدار	۵۵۹۰۲۷۹
سرکار عالی کے تمسکات	۳۰۳۲۰۵۰
میزان	۳۰۵۹۵۵۲۰

...ہو۔ کی ہے کہ قیمتوں میں اضافہ اس سے ہوا کہ تجارتی قیود عائد کئے گئے۔ بعض ممبروں نے یہ شکایت کی کہ آزاد تجارت کی اجازت قیمتوں میں اضافہ کا باعث ہوئی۔ یہ کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

مرکزی اسمبلی میں حکومت کی غذائی پالیسی پر بحث و مباحثہ

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

تعاون نہیں کرتے۔ برخلاف اس کے حکومت نے کافی استقامت کے ساتھ اس قسم کے تعاون سے انکار کیا اور انتہائی حقارت کا برتاؤ کیا۔

موصوف نے حکومت سے پر اصرار مطالبہ کیا کہ وہ حرکت کرے تاکہ جب آئندہ فصل ہاتھ آئے تو وہ اپنے آپ کو موجودہ قسم کی پیچیدگیوں میں نہ پائے۔

مباحث کا اختتام

مسٹر عزیز الحق رکن انتظامیہ نے مرکزی اسمبلی میں ملک کی غذائی صورت حال سے متعلق مباحث کو ختم کرتے ہوئے اعلان کیا کہ عوام کی مصیبتوں کو محسوس کرنے میں وہ ایوان کے کسی رکن سے کم نہیں ہیں۔ انھوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے اعداد و شمار پیش کئے کہ موجودہ صورت حال کی وجہ جیسے کہ بعض مقررین نے تجویز کیا ہے محض برما کے ہاتھ سے نکل جانے سے چاول کے بڑے ذخائر کا نقصان اور انکاری پالیسی اور برآمدات نہیں ہیں۔

انھوں نے ادعا کیا کہ مئی میں اس محکمہ کا چارج لینے کے بعد سے وہ اور ان کا پورا عملہ قلت والے علاقہ جات کو مدد دینے کے لئے رات دن کام کر رہا ہے۔ انھوں نے اس پر زور دیا کہ حکومت ہند پر آزاد تجارت کے بارے میں جبر کیا گیا۔ اور اعلان کیا کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اس قابل نہ ہوتے کہ آج اس ایوان میں بیٹھ کر موجودہ صورت حال پر بحث کریں۔ اگر حقیقت یہ نہ ہوتی کہ یہ حالات ان کے برسر اقتدار ہونے کے تین ماہ کے اندر اندر نمودار ہوئے اور ان کو اس امر پر مجبور کیا کہ قلت والے رقبوں کو رسد فراہم کرنے میں اپنی تمام تر قوت صرف کریں تو حکومت ہند دوسری طویل المیعاد پالیسی پر غور کرتی۔

موجودہ صورت حال کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ چند صوبوں نے انتظام

ہر ہائینس شہزادی برار کی اپیل

کرسمس و سال نو قریب آرہا ہے اور اس موقع پر جبکہ ساری دنیا کے لوگ ایک دوسرے کو یاد کرتے اور تحفے بھیجا کرتے ہیں ہمیں ان لوگوں کا خیال آرہا ہے جو اپنے وطن اور خاندان سے دور ہماری حفاظت کے لئے ہر چیز قربان کرکے اپنی زندگی خطرہ میں ڈالے ہوئے ہیں، تاکہ انسانیت کیا ایسی دنیا میں زندگی بسر کرے جو ظلم کی چیرہ دستی سے پاک ہو۔ چنانچہ مشرق وسطیٰ، عراق، ایران اور ہندوستان کے محاذ ہائے جنگ پر خدمت انجام دینے والے ہر ایک سپاہی کے ہندوستان سے تحفے روانہ کرنے کی غرض سے ایک کل ہند اسکیم تیار کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے مطابق علحدہ علحدہ ڈبے تیار کئے جائیں گے۔ جن میں سپاہیوں کے لئے تحفے رکھے جائیں گے۔

میں سب لوگوں سے اس فنڈ میں دس روپیہ یا اس سے زیادہ چندہ دینے کے لئے اپیل کرتی ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ گذشتہ موقعوں کی طرح اس بار بھی آپ عجلت اور فیاضی سے اس کا جواب دیں گے۔

زیادہ سے زیادہ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء تک یہ تحفے حیدرآباد سے روانہ کردینا ضروری ہے۔

درّ شہوار

چندہ دینے والوں کے لئے ہدایات

پبلک سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ اس سال میں اپنے دوستوں کو کارڈ اور تحایف نہ بھیجیں اور یہ رقم فوجیوں کے لئے کرسمس اور سال نو کے تحایف بھیجنے پر صرف کریں۔

عطیہ دینے والوں سے یہ درخواست ہے کہ وہ دس روپیہ (کلدار یا حالی) یا اس سے زیادہ کے عطیے بشکل چیک نقد یا منی آرڈر کی شکل میں حسب ذیل پتہ پر روانہ کریں۔ جن کی وصولی کی رسید دی جائے گی۔

خازن اعزازی سرمایہ تحفہ جات کرسمس و سال نو۔ متصل عارضی دفتر بیرون دفتر فینانس بسیت آباد روڈ حیدرآباد۔

عطیہ دینے والوں سے یہ درخواست ہے کہ دس روپیہ کے ہر ایک عطیے کے ساتھ ہی اپنا نام اور پتہ بھی ایک پرچہ پر تحریر کریں جو ۲×۳ انچ سے بڑا نہ ہو۔ کمیٹی اس پرچہ کو تقریباً اسی ناپ کے ایک کارڈ پر چسپاں کردے گی اور عطیہ دینے والوں کی جانب سے کئی زبانوں میں بہترین تمناؤں اور ستائش کا پیغام وصول کنندوں تک پہنچانے کی غرض سے ہر ڈبے میں ایک کارڈ رکھ دیا جائے گا۔ ہاں تو کسی کاغذ پر بھی نام اور پتہ لکھا جا سکتا ہے لیکن ہر سکے کے خاص طبع شدہ پرچہ بھی مختلف زبانوں میں چلکوں، برای دکانوں اور سینماؤں وغیرہ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

دس روپیہ سے کم عطیہ دینے والوں سے توقع ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی شرکت سے دس روپیہ کی تکمیل کرلیں۔

اگر دفاتر، کلب، مدرسوں، کالجوں اور ہسپتالوں جیسے ادارے انفرادی چندے جمع اور روانہ کرنے کے لئے اپنے اراکین میں سے کسی کو مقرر کردیں تو محنت اور وقت کی بہت کچھ بچت ہو جائے گی۔ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ دس روپیہ کے ہر ایک تحفے کے ساتھ دستخط کیا اور پتہ لکھا ہوا پرچہ بھی روانہ کیا جائے۔

تحایف کی خریداری (جو اخبارات میں شائع کردی جائے گی) اور ان کی پیکنگ اور روانگی کا کام خواتین حیدرآباد کی ایک کمیٹی کے تفویض ہوگا۔

توقع ہے کہ ۱۲۰۰ ڈبے روانہ کئے جا سکیں گے جن میں ۴۰۰ اشخاص کے لئے تحایف ہوں گے۔

لارڈ لنلتھگو کی وداعی تقریر کے اقتباسات

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

لایا جاتا ہے تو حکومت کے مصارف آمدنیوں میں اضافہ کا باعث ہوتے ہیں اور سیول آبادی کے لئے اشیاء کی مقدار گھٹ جاتی ہے۔ جب کسی ملک میں یہ صورت حال پیدا ہوتی ہے گرانی اور احتیاط ناگزیر ہو جاتی ہے تاکہ افتشار پیدا ہونے نہ پائے۔ ہندوستان میں مختلف عناصر ایسے ہیں جو گرانی کو دشوار بنادیتے۔ جاپان کی جنگ میں شرکت کے بعد صورت حال بگڑنے لگی۔ ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی شروع ہوگئی اور عام طور پر قیمتیں بڑھ گئیں۔ اس خطرناک رجحان کو روکنے کے لئے سختی تو ناگزیر ہوگئی ہیں۔ معاشی حالات میں توازن قائم رکھنے کے حکومت ہند وہ سب کرنے کے لئے تیار ہے جو اس کے اختیار میں ہے۔ افراط زر کو روکنے کی مہم شروع کردی گئی ہے۔ ہندوستانی ریاستوں سے بھی خواہش کی گئی ہے کہ وہ اس اسکیم میں تعاون عمل کریں۔ گذشتہ چھ ہفتوں کے دوران میں پبلک نے پچاس کروڑ کے بانڈ بابتہ سنہ ۱۹۴۲ء خریدے جن کی شرح سود چار فی صد ہے۔ یہ ایک امید افزا واقعہ ہے۔